حاجی غلام مصطفیٰ عجمی

امیر شریعتؒ کی میلسی سے وابستہ یادیں

پچپن سال بیت گئے۔ مختصر زندگی کا ایک طویل حصہ گزر گیا۔ گرچہ زمانی لحاظ سے ۵۵ سال کی دوری پر کھڑا ہوں لیکن ذہن میں ۱۹۴۴ء کی یادیں اب بھی تازہ ہیں اور آنکھیں وہ مناظر دیکھ رہی ہیں۔ جیسے یہ تمام واقعات ابھی رونما ہو رہے ہیں۔ میرے ذہن کے پردہ پر گزشتہ واقعات ایک ایک کر کے فلم کی سکرین کی طرح ابھر رہے ہیں۔ اور میرے دل میں، میری روح میں وہی تازگی پیدا ہو رہی ہے جو آج سے ۵۶ سال پہلے، جبکہ میں ایک نوعمر طالب علم تھا اور میرے ذہن پر ایک غیر قانونی مسرت پیدا ہوتی تھی۔ آج جبکہ بڑھاپے کی منزل میں اپنے آپ کو پا رہا ہوں تو مجھے وہی وجدانی خوشی محسوس ہو رہی ہے اور میں ان بزرگوں کی محبت میں ایسی طرح اب بھی اپنے آپ کو محسوس کر رہا ہوں۔

۱۹۴۴ء میں برصغیر میں تحریک آزادی زوروں پر تھی۔ سیاسی اور مذہبی جماعتیں اپنے اپنے انداز میں غیر ملکی انگریز حکومت سے نبرد آزما تھیں۔ اس وقت ہمارے مذہبی رہنما بھی کسی سے پیچھے نہ تھے۔ مجلس احرار اسلام کے سٹیج سے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی خطابت کے جادو جگا رہے تھے۔ آپ نے انگریز سامراج کے خلاف بے مثال جرأت و شجاعت سے شبانہ روز کام کیا اور برصغیر کے لوگوں کو حکومت برطانیہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کا سلیقہ سکھایا۔ آپ نے پرسوز، دل نشین انداز خطابت سے خیبر سے کلکتہ اور مدراس سے ہمالیہ تک آزادی کے جذبہ کو عام کیا۔

میلسی کی سرزمین میں بخاری صاحبؒ متعدد بار تشریف لائے۔ اس سرزمین کے حوالہ سے، نہ بھلا دینے والی باتیں ان کی ذات سے وابستہ ہیں۔ ۱۹۴۴ء میں راقم الحروف جامع مسجد مائی والی میلسی میں درس نظامی کا طالب علم تھا کہ مجھے شاہ صاحبؒ سے پہلی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ مائی والی مسجد کے خطیب، مدرس استاذیم مولانا محمد بخشؒ اپنے وقت کے مسلم الثبوت استاد تھے۔ آپ کا علمی تبحر علاقے میں مانا ہوا تھا۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے ان کے تعلقات برادرانہ تھے۔ انکی دعوت پر بخاری صاحبؒ مسجد مائی والی کے سالانہ جلسہ پر تشریف لائے۔ کہروڑ پکا کے معروف احراری رہنما حاجی نور محمد نے میلسی میں مجلس احرار اسلام قائم کی، جس میں بندہ ایک رضا کار کی حیثیت سے شامل ہوا۔

ان ایام میں شاہ جیؒ کا مستقل قیام امرتسر میں تھا۔ اور آپ میلسی جیسے دور دراز علاقوں میں امرتسر سے تشریف لاتے اور اپنے سحر انداز خطابت سے لوگوں کے دلوں کو منور کرتے۔ آپ کی آمد پر لوگ سراپا انتظار بن جاتے۔ کئی کئی دن پہلے استقبال کی تیاریاں شروع کر دی جاتیں۔ اس دور میں آمد و رفت کا ذریعہ صرف ریل گاڑی تھی۔ راقم سرخ قمیص پہنے،

مجلس احرار کے رضا کاروں کے ساتھ میلسی ریلوے اسٹیشن پر آپ کا استقبال کرنے والوں میں شامل ہوتا۔ ایک سماں ہوا کرتا۔ جلوس کی شکل میں نعرے بلند کرتے ہوئے مسجد مائی والی تک شاہ جیؒ کو لایا جاتا۔ مسجد مائی والی اس زمانہ میں تحریک کا مرکز ہوا کرتی تھی اور مولانا محمد بخش اس کے روح ورواں ہوا کرتے تھے۔ ان کے طفیل مسجد کے طلباء کو بھی بساط بھر حصہ لینے کا موقع ملتا تھا۔

شاہ صاحبؒ کو اپنی تبلیغی اصلاحی کاوشوں میں بہت سی آزمائشوں سے گزرنا پڑے۔ جس میں آپ ثابت قدم اور سرخرو رہے۔ ایسا ایک واقعہ میلسی میں ہوا۔ شاہ جیؒ کی تقریر سے متاثر ہوکر ایک نوجوان اپنی خاندانی روایات سے بغاوت کر کے امیر شریعتؒ کے معتقدین میں شامل ہوگیا۔ جس کی وجہ سے اس کی والدہ (طوائف) اور دیگر لواحقین نے شاہ صاحبؒ سے بغض وعناد رکھنا شروع کر دیا اور نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ نوجوان کی والدہ نے شاہ صاحب کے خلاف تھانہ میلسی میں اپنے بیٹے کے اغوا اور گھر سے زیورات ونقدی لے جانے کی رپٹ درج کرادی۔

۱۹٤٤ء میں شاہ جی میلسی آئے اور یہاں سے فتح پور کے جلسے میں شرکت کیلئے روانہ ہوئے۔ فتح پور جانے کے لئے اس زمانہ میں کوئی باقاعدہ سڑک نہ تھی، صرف نہر کی پٹڑی آمدورفت کا کام دیتی تھی۔ شاہ صاحب نے یہ سفر تانگے پر سوار ہوکر کیا۔ جبکہ راقم السطور اپنے دوسرے ساتھی رضا کاروں کے ہمراہ بائیسکلوں پر فتح پور پہنچے۔ جلسے سے واپسی پر اسی طرح قافلہ کی صورت میں شاہ صاحبؒ کے ہمراہ میلسی آرہے تھے کہ راستہ میں نگر کوٹ کے مقام پر ہندو اپنا سالانہ مذہبی تہوار منا رہے تھے۔ جونہی انہیں شاہ جیؒ کی آمد کا علم ہوا تو ہندو مرد اور عورتیں نہر کی پٹڑی کے دونوں جانب اکٹھے ہوگئے اور شاہ جیؒ کا تانگہ روک کر مٹھائی پیش کی اور دعا کے لئے استدعا کی۔ اس واقعہ سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ ہندو بھی شاہ جیؒ سے کتنی عقیدت رکھتے تھے اور احترام کرتے تھے۔

شاہ جیؒ کا تانگہ میلسی کی نواحی نہر فدہ کی دو پلی پر پہنچا تو وہاں آپ کو اطلاع ملی کہ محمد افضل کے رشتہ داروں کی طرف سے تھانہ میلسی میں نقص امن کی رپٹ درج کرائی گئی ہے۔ جس میں آپ کے نام سمیت چھے افراد یعنی جامع مسجد مائی والی کے خطیب مولانا محمد بخش، صوفی محمد عظیم احرار، محمد افضل اور ملک غلام رسول ملتانی کے نام درج ہیں۔ شاہ جیؒ یہ اطلاع سن کر مسکرائے۔ تانگہ میں آپ کے ساتھ موضع ککری کے زمیندار میاں سردار محمد ارائیں بھی سوار تھے۔ تانگہ جب بنگلہ نہر کے قریب سے گزرا تو وہاں افسر مال بشیر احمد تارڑ اور کئی دیگر سرکاری افسر موجود تھے۔ شاہ جیؒ بلا خوف وخطر وہاں سے گزرتے ہوئے جب تھانے کے سامنے پہنچے تو پولیس تھانہ (صدر میلسی) کے ایس ایچ او قاضی خدا بخش نے کھڑے ہوکر سلام کیا۔ شاہ جیؒ نے فرمایا! ''میں منافقوں کا سلام قبول نہیں کرتا۔'' اس دوران شباب المسلمین کے رضا کاروں نے جن میں محمد افضل بھی شامل تھا شاہ جیؒ کو سلامی دی۔ شاہ جیؒ نے افضل کو دیکھتے ہی فرمایا ''بیٹا آج تمھارا امتحان کا دن

ہے‘‘۔افضل نے جواب دیا’’پیرومرشد مجھے کمزور نہیں پاؤ گے‘‘۔’’شاہ جیؒ مسجد مائی والی کے شیخ حاجی عبدالکریم کے مکان پر ٹھہر گئے۔دریں اثناء ایک پولیس کا سپاہی آیا اور میاں سردار محمد ارائیں کو بلا کر تھانے لے گیا۔وہاں یہ میٹنگ ہو رہی تھی ،جس میں محمد افضل کی والدہ اوران کی طرف سے ملتان کے دو وکیل شیخ محمود اور گیلا رام شامل تھے۔میٹنگ میں یہ فیصلہ ہوا کہ دو پرچے کاٹے جائیں ایک افضل کے اغواء وحبس بے جا،دوسرا افضل کے خلاف زیورات اور نقدی چوری کر کے لے جانے کا۔میٹنگ میں موجود محمد افضل کی والدہ کو بتایا گیا کہ اس مقدمے میں’’تمہارا بیٹا افضل بھی گرفتار کیا جائے گا‘‘۔یہ سن کر افضل کی والدہ نے کہا’’میں نہ تو قبلہ شاہ صاحبؒ کے خلاف پرچہ کٹواؤں گی کیونکہ وہ آل رسول ہیں اور نہ ہی مولوی محمد بخش کے خلاف ایف آئی آر درج کراؤں گی،کہ وہ میرے استاد ہیں۔میں نے چند دن ان کے پاس قرآن مجید پڑھا ہے‘‘۔یہ کہ کر وہ اپنے گھر چلی گئی۔پولیس یہ صورتحال دیکھ کر پریشان ہوگئی۔وکلاء نے ٹاؤن کمیٹی میلسی سے محمد افضل کی تاریخ پیدائش کے کاغذات منگوائے تو ان میں اس کی عمر چودہ سال دس دن تھی۔وکلاء نے یہ کہا کہ یہ بالغ اور خودمختار ہے جہاں چاہے رہ سکتا ہے۔

میاں سردار محمد نے واپس آ کر حضرت امیر شریعت سید عطاءاللہ شاہ صاحبؒ کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔شہر میں مختلف افواہیں گشت کر رہی تھیں۔شہریوں کی طرف سے مسجد مائی والی میں رات کو جلسے کا پروگرام بنایا گیا۔پولیس نے اس جلسے کو ناکام بنانے کے لئے جدوجہد شروع کردی۔صوفی محمد عظیم احراری نے جلسے کی منادی شروع کردی۔منادی کرنے کے دوران پولیس اسے پکڑ کر تھانے میں لے گئی،دو گھنٹے بعد اسے چھوڑ دیا۔پولیس نے دیہاتوں سے بستہ الف اور ب کے بدمعاش منگوا لئے۔ [illegible] مال بشیر احمد تارڑ کے کہنے پر گورنمنٹ ہائی سکول میلسی کے ہیڈ ماسٹر سعید احمد خاں بلوچ نے سکول کے طالب علموں کو تیار کیا کہ جلسے میں جا کر عطاءاللہ شاہ بخاریؒ مردہ باد کے نعرے لگائیں۔طالب علموں کو لے جانے کی ڈیوٹی سکول کے پی ٹی آئی ماسٹر فتح محمد شاہ کے ذمہ لگائی گئی۔پروگرام کے مطابق لوگ نماز عشا کے بعد جوق در جوق مسجد مائی والی میں پہنچنے لگے مسجد لوگوں سے بھر چکی تھی۔ادھر پولیس نے مسجد کی طرف آنے والے راستے گلیاں اور بازار بند کر دیئے۔باہر سے آنے والوں کو مسجد کی طرف جانے سے روک دیا گیا۔سرکاری افسران اور پولیس گارڈ مسجد کے اردگرد جمع تھی۔بخاری صاحب کی تقریر سننے کے لئے شہر کے ہندو بھی آئے ہوئے تھے۔جن میں میلسی کے معروف ڈاکٹر لال چند اور ڈاکٹر ودھاوا رام بھی شامل تھے۔جلسے کی صدارت مولانا محمد بخش نے کی۔جلسے کا آغاز مسجد کے ایک طالب علم (نام یاد نہیں) نے تلاوت قرآن مجید سے کیا۔شیخ عبدالرحیم کے بھائی شیخ عبدالحکیم خارؔ اور ملک محمد شفیع ملتانی کے بھائی ملک عبدالقادر ملتانی نے نعتیں پڑھیں۔پہلی تقریر مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ نے کی۔اسی دوران شاہ صاحبؒ اوران کے ہمراہ محمد افضل جلسہ گاہ میں تشریف لائے۔مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ کی تقریر کے بعد محمد افضل نے چند منٹ تقریر کی۔اوراس کے

بعد شاہ جیؒ کا خطاب شروع ہوا ہی تھا کہ سکول کے طلبا آ گئے اور نعرے بازی شروع کر دی۔ مجلس احرار کے رضا کاروں نے جلسے کا نظام درہم برہم نہ ہونے دیا۔ لوگ نہایت اطمینان سے شاہ جیؒ کا خطاب سنتے رہے۔ ملک محمد شفیع ملتانی نے طالب علموں سے کہا کہ ہم نے ملتان سے رضا کار بلوائے ہیں۔ رضا کاروں سے بھری دو بسیں آ گئی ہیں۔ رضا کار جلسہ گاہ میں آنے والے ہیں۔ یہ سنتے ہی طالب علم ڈر کے مارے فرار ہو گئے۔ جلسہ نہایت کامیابی سے اختتام پذیر ہوا شاہ جی نے دعا کی کہ اللہ محمد افضل کو استقامت بخشے۔

ایک مرتبہ غالباً ۱۹۴۵ء میں حضرت شاہ بخاری، عیدگاہ میلسی میں منعقدہ جلسہ سے خطاب کرنے کے لئے کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ جلسہ گاہ میں ہزاروں مسلمانوں کے علاوہ ہندو سکھ بھی موجود تھے۔ تو اس وقت کرم پور کا ایک باشندہ میاں شعبان کھڑا ہو گیا۔ اور زور زور سے کہنے لگا، ''بخاری صاحبؒ کی تقریر مت سنو کیونکہ یہ حقیقت و معرفت و طریقت کے منکر اور وہابی ہیں''۔ اس کے بولنے پر ایک ہندو تھانیدار اس کی سرزنش کرنے کے لئے آگے آیا اور مجلس احرار کے رضا کار بھی اس کو پکڑنے کے لئے دوڑے، تو شاہ جیؒ نے ان سب کو روکتے ہوئے کہا ''اسے کچھ نہ کہو'' اور میاں شعبان کو اپنی طرف بلایا۔ وہ آپ کی کرسی کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے نہایت حوصلے کے ساتھ پوچھا ''میاں تم کیا کہتے ہو''۔ اس نے کہا! ''آپ طریقت، حقیقت اور معرفت کے منکر ہیں۔ معراج شریف کو نہیں مانتے، اس لئے میں لوگوں کو آپ کی تقریر سننے سے روک رہا ہوں''۔ اس پر شاہ جیؒ نے مسکراتے ہوئے فرمایا میرے سامنے بیٹھ جاؤ۔ چنانچہ وہ بیٹھ گیا۔ شاہ جیؒ نے اپنی خداداد خوش الحانی کے ساتھ قرآن مجید کی آیت **سبحان الذی اسریٰ بعبدہ** فرمانے کے بعد تقریر میں سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ملاقات کا نقشہ کھینچا۔ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کے متعلق سرائیکی میں فرمایا کہ:

''توں نوری مخلوق ہیں، میرے ناناں کوں لے آیاں ہیں۔ سدرۃ المنتہیٰ تے کھڑا کر ڈتا ہئی۔ جیکر صدیق اکبرؓ میرے ناناں دے نال ہوندے تاں او کلھا نہ چھوڑیندے۔ جتھیاں سمیت عرش تے لے ویندے۔'' (آپ نوری مخلوق ہو۔ میرے نانا کو لے کر آئے اور سدرۃ المنتہیٰ پر آ کے ٹھہر گئے۔ اگر صدیق اکبرؓ میرے نانا کے ساتھ ہوتے تو کبھی اُنہیں تنہا نہ چھوڑتے۔ بلکہ اُن کا ساتھ دیتے ہوئے، جوتوں سمیت عرش کو چل دیتے)

میاں شعبان شاہ جیؒ کا خطاب سنتے ہی تڑپ اٹھا اور آپ کے قدموں میں گر کر معافی مانگنے لگا۔ اس روحانی کیفیت طاری ہونے پر جملہ سامعین و حاضرین جلسہ محو حیرت تھے کہ بخاری صاحبؒ نے آج مقام معراج کو کیسا بسط و تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جملہ سامعین مخالف و موافق آپ کی مدح سرائی کرنے لگے۔ اور آپ کے معتقد ہو گئے۔

اس دور میں مدرسہ عربیہ مسجد مائی والی کے زیر اہتمام میلسی کے مختلف دیہی مقامات خصوصاً فتح پور، محبت پور، رام

کلی اور خان پور میں تبلیغی جلسے منعقد ہوتے، جن میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ خطاب فرماتے۔ آپ یگانہ روزگار اور معجز بیاں خطیب تھے۔ آپ کی تقریر لطائف اور چٹکلوں سے مرصع ہوتی۔ ان کی شیریں گفتاری، وہ سحر کرتی کہ سامعین یہی چاہتے کہ آپ بولتے رہیں اور وہ سنتے رہیں، آپ مجمع کی نفسیات کو بھی خوب سمجھتے تھے۔ اور اس بات پر قادر تھے کہ جب چاہا رلا دیا اور جب چاہا ہنسا دیا۔ ان جلسوں میں قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ، سید نورالحسن بخاریؒ، صاحبزادہ فیض الحسنؒ شاہ سجادہ نشین آلومہار شریف، مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ، مولانا حافظ اللہ وسایا نابینا، جانباز مرزاؒ خطاب کرتے۔ شاہ جی حاضر جوابی برجستہ گوئی، الفاظ کے حسین امتزاج، مزاح وجلال، طنز وتعریض اور اشعار و لطائف کا ایسا برمحل استعمال کرتے کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ باتیں اسی وقت کے لئے کہی گئی تھیں اور ان کا یہ انداز بیاں سامعین کو نیم بسمل کی طرح تڑپا دیتا۔ ایک مرتبہ میرے ماموں مولوی دین محمد جلسہ کی تاریخ لینے ملتان گئے، بندہ بھی ہمراہ تھا۔ شاہ جیؒ دیکھتے ہی فرمانے لگے کہ مولوی دین محمد کیسے آئے ہو؟ عرض کیا کہ جلسے کی تاریخ لینے آیا ہوں۔ شاہ صاحبؒ نے استفار کیا کہ جلسہ کہاں ہوگا؟ مولوی دین محمد نے کہا کہ میلسی کی نواحی بستی ٹھوٹھیں میں۔ بستی کا نام سن کر شاہ جی مسکرائے اور فرمانے لگے کہ ''ٹھوٹھا'' مولانا محمد علی جالندھریؒ کو دکھاؤ اگر تاریخ فارغ ہوئی تو وہ دے دیں گے۔ مولوی دین محمد شاہ جیؒ کے لئے دیسی بیر لے گئے اور ان کی خدمت میں پیش کئے۔ شاہ جیؒ بیر لے کر خوش ہو گئے اور مزاحاً فرمانے لگے ''مولوی دین محمد ہمارے بچوں کے لئے کھانسی کا سامان لے کر آئے ہو۔''

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جہاں شعلہ بیاں مقرر اور میدان خطابت کے شہسوار تھے، وہاں انہوں نے میدان طریقت کی منازل بھی طے کیں۔ عشق و محبت کے گہرے سمندروں میں تیراکی کی اور بڑے بڑے اولیاء کرام صوفیائے عظام کو خراج عقیدت کے پھول پیش کئے۔ آپ شاعری میں بھی ید طولی رکھتے تھے۔ آپ کا تخلص ندیم تھا۔ اردو، فارسی، عربی، مکمل عبور حاصل تھا۔ آپ نے حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کی مدح سرائی کرتے ہوئے فارسی میں نظم لکھی۔ یہ نظم روزنامہ ''امروز'' ملتان کی ۲ جولائی (شمارہ غالباً ۱۹۶۳ء ہے) کی اشاعت میں شائع ہوئی۔ راقم الحروف اس وقت میلسی میں ''امروز'' کا نامہ نگار تھا اور یہ حصہ میں نے اخبار سے کاٹ لیا تھا۔ اصل تراشہ اب بھی میرے پاس موجود ہے۔ نظم کا عنوان ہے ''چیست خواجہ فرید''

گلشن عشق چشتیاں بہ طپید
شعلہ اش خواجۂ غلام فرید
ہر کہ از عشق جرعۂ چشید
او چہ داند کہ چیست خواجہ فرید

مرغ فکرم زآشیاں بہ پرید
نالہ ہائے فرید چوں بشنید
سرمہ چشم شد بخاری را
خاکپائے غلامِ خواجہ فرید

شاہ جیؒ فرماتے ہیں کہ: ''سلسلہ چشتیہ کے عشق کا تنور گرم ہوا، اس کا ایک شعلہ خواجہ غلام فرید ہیں۔ جس نے شراب عشق کا ایک گھونٹ نہیں چکھا، اسے کیا معلوم کہ خواجہ فریدؒ کیا ہے؟ میرے تصور کا پرندہ آشیاں سے اڑا، جب خواجہ فریدؒ کی گریہ زاری کو سنا۔ خواجہ فریدؒ کے غلام کے پاؤں کی خاک، بخاری کی آنکھ کے لیے سرمہ ہے''

اس نظم کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت بخاری صاحبؒ نہ صرف حضرت خواجہ فریدؒ سے عقیدت رکھتے تھے بلکہ انھوں نے خواجہ صاحبؒ کے غلاموں کو عقیدت کی اس قدر بلند مسند پر بٹھایا کہ ان کے پاؤں کی روندی ہوئی خاک کو بھی اپنی آنکھوں کے لیے بصارت بخش سرمہ قرار دیا۔ اس نظم سے حضرت بخاری صاحبؒ کی سلسلہ چشتیہ کے ساتھ گہری وابستگی بھی ظاہر ہوتی ہے۔ گو بعض ظاہر بین حضرات، امیر شریعتؒ کو صاحب ظاہر سمجھتے ہیں حالانکہ آپ صاحب ظاہر ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب باطن بھی تھے اور مقام روحانیت کے بلند مقام پر سرفراز تھے۔

شاہ جی کو مدرسہ عربیہ مسجد مائی والی میلسی کے مہتمم استاذیم مولانا محمد بخش سے خصوصی محبت انس تھا۔ استاذیم پر فالج کا شدید حملہ ہوا اور یہ مرض خطرناک کی شکل اختیار کر گیا۔ جونہی شاہ صاحبؒ کو آپ کی بیماری کا علم ہوا تو ملتان سے حکیم عطا اللہ صاحبؒ (والد حکیم حنیف اللہؒ) کو اپنے ہمراہ میلسی لے گئے اور مرض کا نسخہ تجویز کیا واپس جاتے وقت مولانا محمد بخش کو اخراجات کے لیے معقول نقد رقم دے گئے۔ راقم السطور قبلہ شاہ صاحبؒ کے ساتھ ملتان گیا اور حکیم عطا اللہؒ صاحب سے ادویات لے آیا۔ قیام پاکستان کے بعد شاہ جیؒ سیاست سے کنارہ کش ہو کر ملتان کے محلہ ٹبی شیر خاں میں مستقل آباد ہو گئے اور یہیں ماضی کی تابندہ تاریخ کا محافظ تحریک آزادی کا جانثار اور برصغیر کا عظیم خطیب ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء کی شام اس دار فانی سے رحلت کر گیا۔

سید عطا اللہ شاہ بخاریؒ کی میلسی سے قلبی وابستگی، جو حیات مستعار میں تھی، اب بھی بدستور قائم ہے۔ کچھ عرصہ پہلے، ان کے عقیدت مند میلسی کے ممتاز تاجر حاجی نذیر حسین ڈاہر نے خواب میں دیکھا کہ شاہ جیؒ دستر خوان پر انہیں پھل پیش کر رہے ہیں اور دریافت فرمایا کیان کا مرید حاجی ملک محمد شفیع ملتانی کہاں ہے۔ آنکھ کھلنے پر حاجی نذیر حسین ڈاہر نے حاجی ملک شفیع کو پھلوں کا ایک کریٹ بجھوایا اور رات کا واقعہ سنایا، اس واقعہ سے امیر شریعت سید عطا اللہ شاہ بخاریؒ کی میلسی کی دھرتی کے لوگوں سے وابستگی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یاد رہے کہ اب تو حاجی نذر حسین ڈاہر اور ملک محمد شفیع ملتانی بھی وفات پا چکے ہیں۔